© rasailojaraid.com

کتاب وحکمت

شیخ عبداللہ بن محمد المعتاز مترجم: ڈاکٹر عبدالوہاب صدیقی
حاشیہ میں شائع تحریر: پروفیسر اختر حسین عزمی، پتوکی

انسان کی طبعی کمزوریاں......قرآنِ کریم میں

مادّیت کے اس دور میں انسان کے وجود پر مادّی حوالے سے بہت کچھ لکھا جارہا ہے لیکن 'انسان' پر روحانی پہلو سے توجہ نہیں دی جارہی، نہ اس ضمن میں وحی الٰہی سے فائدہ اُٹھایا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا انسان مادّی طور پر کسی حد تک مطمئن ہوجانے کے باوجود روحانی حوالے سے بہت کھوکھلا اور تشنہ ہے۔

زیر نظر مضمون میں اس پہلو سے لکھے گئے دو مضامین کو بیک مقام شائع کیا جارہا ہے جس میں دو فاضل حضرات نے ایک ہی موضوع پر اپنے اپنے ذوق اور معلومات کے مطابق روشنی ڈالی ہے۔قرآنِ کریم میں انسان کی طبعی اور نفسیاتی کمزوریوں اور صفات کو مختلف انداز پر پیش کیا گیا ہے، یہ دونوں مضامین اسی کا مطالعہ ہیں۔ پروفیسر اختر حسین عزمی کا تحریر کردہ حاشیہ میں شائع ہونے والا مضمون محدث کو موصول ہوا تھا، انہی دنوں سعودی عرب کی فاضل شخصیت شیخ عبداللہ معتاز کی بھی اسی موضوع پر تفصیلی تحریر پڑھنے کو ملی، حاشیہ میں شائع کردہ تحریر اگر اس موضوع کا فلسفیانہ اور تفکرانہ تجزیہ پیش کرتی ہے تو متن کی جگہ پر شائع کردہ تحریر میں قرآنِ کریم کی آیات سے جابجا استشہاد کیا گیا ہے اور اس میں 'نقلی' انداز واستدلال غالب ہے، اس حوالے سے دونوں مضامین ایک دوسرے کی تکمیل بھی ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر بیک وقت انہیں شائع کیا جارہا ہے تاکہ قارئین ایک کامل بحث سے استفادہ کرسکیں۔ (حسن مدنی)

اِس مضمون میں ہم قرآنِ مجید سے انسان کی اُن پندرہ صفات اور کمزوریوں کا ذکر کریں گے جو انسانوں میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جس شخص کو اپنے اَحکام کی پیروی اور اپنے رسول کی

اِنسانی فطرت میں چند ایسی کمزوریاں پنہاں ہیں جن کا اِدراک کئے بغیر نہ تو اس کی انفرادی شخصیت کی صحیح تعمیر ممکن ہے اور نہ ہی اجتماعی اِصلاح وتربیت اور نفوسِ انسانی کے تزکیہ کی کٹھن منزل سر کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ انسان اپنی ذہنی وعقلی قوتوں کی بنیاد پر اس کائنات میں جتنا سربلند ہے، اتنا ہی اپنی خلقت وفطرت میں موجود کمزوریوں کی وجہ سے ضعیف وناتواں بھی ہے ﴿خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾

قرآنِ کریم میں انسانی طبیعت کی ان کمزوریوں کا جابجا ذکر ملتا ہے جن کے متعلق یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر انسان اپنی ان خلقی حالتوں پر غور کرتا رہے تو اس کی بہت سی معاشرتی کوتاہیوں اور عبادت وبندگی سے متعلق غفلت وجہالت کا علاج ممکن ہے۔ فطرتِ انسانی کی یہی کمزوریاں ہیں جو برائیوں کا سرچشمہ، گناہوں کی جڑ اور بدکاری کی بنیاد ہیں۔ لیکن چونکہ ربِّ کائنات کی رحمت ہر شے پر محیط ہے: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ (الاعراف ۸:۱۵۶)......اور وہ کسی نفس کو بھی اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہ دے گا: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ ۲:۲۸۶) اس لئے فطرتِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیرت سے، ہدایت کی توفیق دے اور اس کے نفس کی تادیب و تعلیم اور تہذیب کے ذریعے سے حفاظت فرمائے۔ وہ ان خامیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ رہتا ہے:

پہلی صفت...... کمزوری

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا﴾ (النساء ۴/۲۸) ''انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ، خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ،يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ، اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ، يَّوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ، فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٌ﴾

''انسان دیکھے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ اُچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا جو پشت اور سینوں کے درمیان سے نکلتا ہے، بے شک وہ اسے دوبارہ پیدا کرسکتا ہے، جس دن راز کھولے جائیں گے، اس دن اس کا کوئی زور اور کوئی مددگار نہ ہوگا'' (الطارق ۸۶/۵ تا ۱۰)

بے شک انسان اتنا کمزور ہے کہ اپنے نفع ونقصان اور موت وحیات اور دوبارہ زندہ ہونے کا مالک نہیں۔ اور اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو اپنے اردگرد خوفناک قوتوں اور زبردست خطرات یعنی جانوروں، زہریلے کیڑوں مکوڑوں اور ان مخلوقات کے ساتھ جنہیں اللہ ہی جانتا ہے وہ اس روئے زمین پر زندہ نہ رہ سکتا...... یقیناً یہ انسان جو مخلوط 'منی' سے پیدا ہوا ہے، اتنا کمزور ہے کہ اگر اس کے بدن میں کانٹا چبھ جائے یا ذرا سا زخم ہوجائے تو رات بھر سو نہیں سکتا۔ اگر اس پر اللہ کا کوئی ہلکا سا عذاب بھی نازل ہوجائے تو اسے سکون وقرار اور جمع خاطر نصیب نہ ہو...... یہ جسمانی حیثیت میں بھی سب سے کمزور ہے۔ اگر جراثیم جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے، اس پر غالب آجائیں تو اس کی طاقت برباد کردیں اور اگر مکھی اس سے کوئی چیز چھین لے تو واپس نہ لے سکے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾

''اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے تو اس سے چھڑا (نکال) نہ سکیں، طالب (انسان) اور مطلوب (مکھی) دونوں کمزور ہیں'' (الحج ۲۲/۷۳)

کسی شاعر نے کہا ہے ۔

نسی الطین ساعة أنه طین حقیر — فصال تیھا و عربدا

و کُسی الخزّ جسمُه فتباھی — وحوی المال کیسُه فتمرّدا

أنت مثلي یھش وجھك للنعمی — وفي حالة المصیبة یکمَدَ

''خاک نے جب فراموش کردیا کہ وہ حقیر خاک ہے تو شرارت اور تکبر کرنے لگی'' ......''اور اس کے بدن کو ریشم پہنایا گیا تو فخر کرنے لگی اور اس کی جیب میں مال آگیا تو سرکش ہونے لگی'' ......''تو مجھ جیسی ہے جس کے چہرے کو نعمت شاداں کردیتی ہے اور مصیبت کی حالت میں جھونپڑا ہوجاتا ہے''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری صفت...... نا اُمیدی، خوشی، فخر اور اِسراف

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

﴿وَلَئِنْ أَذَقْنَا الإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ، وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ﴾ (ہود:۱۱/۹،۱۰)

''جب ہم انسان کو اپنی کوئی رحمت چکھاتے ہیں پھر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا اُمید، ناشکرا ہوجاتا ہے اور جب ہم اسے پریشانی کے بعد نعمت چکھاتے ہیں تو وہ ضرور کہتا ہے کہ میری پریشانیاں دور ہوگئیں اور اِترانے اور فخر کرنے لگتا ہے'' ...... اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ الإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْقَاعِدًا أَوْقَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرٍّ مَسَّهُ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (یونس:۱۰/۱۲)

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے، بیٹھے اور کھڑے (ہر حالت میں) ہم کو پکارتا ہے اور جب ہم اس کی تکلیف دور کردیتے ہیں تو ایسے گزر جاتا ہے جیسے ہمیں کسی تکلیف میں پکارا ہی نہ ہو، ایسے ہی اِسراف پسندوں کے عمل ان کے لئے خوشنما بنا دیئے جاتے ہیں'' ......اور ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَؤُسًا﴾ (الاسراء:۱۷/۸۳)

انسانی کی یہی کمزوری اپنی دوسری حیثیت میں انسان کے لئے پیغامِ رحمت، نویدِ مغفرت اور آیتِ تخفیف بن گئی: ﴿يُرِيدُ اللهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾ (النساء۴:۲۸)

''اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے بوجھ کو ہلکا کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''

(۱) مایوسی

انسان دنیا میں اپنی کامیابی کے منصوبے بناتا ہے، دوسروں سے توقعات وابستہ کرتا ہے، خواہشات کے محل کھڑے کرتا ہے لیکن حقائق کی تلخیوں سے ٹکرا کر اس کی یہ خواہشات و توقعات اور منصوبے شکست و ریخت کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ اس ناکامی میں کہیں تو اس کی فطری عجلت پسندی اور جلد بازی کا ہاتھ ہوتا ہے تو کہیں وسائل اور حالات کے اِدراک سے عاری منصوبہ بندی کا کردار۔ اپنی ناکامی میں اپنی عملی کوتاہیوں کا مبنی برحقیقت تجزیہ کرنے کی بجائے وہ مایوسی کے گڑھے میں جا گرتا ہے: ﴿وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ﴾ (الروم ۳۰:۳۶) ''اور جب ان کے اپنے کئے کرتوتوں سے ان پر مصیبت آتی ہے تو یکا یک وہ مایوس ہونے لگتے ہیں''۔

انسان چونکہ تھڑدلا پیدا کیا گیا: ﴿إِنَّ الإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا﴾ اس لئے نعمت کے ملنے پر تو اِتھلاتا پھرتا ہے لیکن جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو جلد ہی مایوس ہوجاتا ہے: ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَؤُسًا﴾ (الاسراء، ۱۷:۸۳) انسان کی اسی سرشت کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر اِشارہ فرمایا:

﴿وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ﴾ (فصلت ۴۱:۴۹)

''اور جب کوئی آفت اس پر آجاتی ہے تو وہ مایوس اور دل شکستہ ہوجاتا ہے''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اور جب اسے پریشانی ہو تو مایوس ہو جاتا ہے'' ...... اور فرمایا:

﴿وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ﴾ (الروم: ۳۶/۳۰)

''اور ہم انسان کو اپنی کوئی رحمت چکھاتے ہیں تو اس کی وجہ سے اِترانے لگتا ہے اور اگر اپنے کرتوت کی وجہ سے اسے ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو یکا یک نا اُمید ہو جاتا ہے''

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَآ أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ﴾ (الروم: ۳۳/۳۰)

''اور جب انسانوں کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ کی طرف توجہ دے کر پکارتے ہیں اور جب وہ انہیں کوئی رحمت چکھا دیتا ہے تو یکا یک ان کا ایک گروہ اپنے ربّ کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے''

اکثر اوقات انسان پل بھر میں نا اُمید ہو جاتا ہے اور محض نعمت کے چھن جانے سے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتا ہے اور آسائش کی حالت میں اِتراتا ہے۔ کسی مشکل کو برداشت نہیں کر پاتا۔ نہ کسی تکلیف پر صبر کرتا ہے اور نہ اس کے دور ہونے کی اُمید رکھتا ہے۔ جب اللہ اسے نعمت دیتا ہے تو اس کے زوال کے بارے میں نہیں سوچتا اور مغرور بن کر اکڑتا ہے۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں جنہوں نے اپنے نفس کی تربیت صبر اور نیک اَعمال پر کی ہے اور مشکلات کو برداشت کیا اور اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت کا شکریہ ادا کیا ہے۔

انسان کی عام صفت جیسا کہ بیان کیا گیا ہے: تکلیف پر نا امیدی، نعمتوں کی ناشکری اور راحت اور آرام ملنے پر خوش ہونا، تکبر کرنا، شرارت و اِسراف اور ہر چیز میں حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے نفس کی تربیت ایسے کریں کہ نہ بہت خوش ہوں نہ بے حد نا اُمید۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿مَآ أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا، إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ، لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (الحدید: ۲۳،۲۲/۵۷)

''جو بھی مصیبت زمین یا تمہارے اوپر سے آتی ہے وہ زمین کے پیدا ہونے سے پہلے ایک کتاب میں محفوظ ہے بے شک یہ اللہ پر آسان ہے تا کہ تم سے جو چیز چھن جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو (چیز) تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ خود پسند مغرور کو قطعاً پسند نہیں فرماتے''

تیسری صفت ...... ظلم و ناشکری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ (ابراہیم: ۳۴/۱۴) ''بے شک انسان بڑا ظالم ناشکرا ہے''

اور فرمایا:

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ﴾ (الزخرف: ۱۵/۴۳) ''بے شک انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے''

اور اس کا ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿قُتِلَ الإنسَانُ مَآأكْفَرَه﴾ (عبس: ۱۷/۸۰) ''انسان ہلاک ہو وہ کتنا ناشکرا ہے''

لہٰذا کفر اور ظلم انسان کی پائیدار صفت ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق نہیں دیتا وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اور وہ اس وقت تک اپنے اور دوسروں پر ظلم کرتا رہتا ہے جب تک اپنے نفس کو اسلام کے اَحکامات اور محاسن پر درست نہ کرلے۔

انسان جب خود کو مالدار اور طاقتور دیکھتا ہے تو دوسروں پر ظلم و زیادتی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظلم کرنا اس کی پائیدار صفت بتائی گئی ہے اور اسی لئے نماز میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ إنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَلَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إلَّا أنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ إنَّكَ أنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (صحیح بخاری: ۱/۱۱۵)

''اے اللہ! میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو آپ ہی بخشتے ہیں، آپ اپنی طرف سے مجھے بخش دیں اور مجھ پر رحم کریں آپ غفور رحیم ہیں''

اور زیادہ تر لوگ اپنے ربّ کے نافرمان اور اس کے دین سے بیزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإنْ تُطِعْ أكْثَرَ مَنْ فِیْ الاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ إنْ يَّتَّبِعُوْنَ إلَّا الظَّنَّ وَإنْ هُمْ إلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (الانعام: ۶/۱۱۶)

''اور اگر آپ روئے زمین کے زیادہ تر لوگوں کے پیچھے چلیں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے دور کردیں گے، وہ تو اندازے ہی کے پیچھے چلتے اور قیاس آرائی کرتے ہیں''

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَمَآ أكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یوسف: ۱۲/۱۰۳)

''اور زیادہ تر لوگ آپ چاہیں تو بھی مؤمن نہیں ہوں گے''

(۲) ناشکری

انسانی طبیعت اظہارِ استغناء کے لئے تمول کی خواہشمند اور دولت و ثروت کی طلب گار ہے۔ اس کی لامتناہی طلب کا پیٹ سونے کی وادیاں بھی نہیں بھر سکتیں۔ اس لئے سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود انسان خدا کا ناشکرا ہی رہتا ہے: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ وَاِنَّهٗ عَلٰی ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ وَّاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾ (العادیات ۱۰۰: ۸،۷،۶) ''بے شک انسان اپنے پروردگار کا ناشکرگزار اور خود اس پر گواہ ہے اور وہ مال کا سب سے زیادہ چاہنے والا ہے''

انسان میں یہ ناشکری کبھی تو حالات سے مایوسی و ناامیدی کے بعد پیدا ہوتی ہے ﴿اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ﴾ (ھود ۱۱: ۹) ''بے شک وہ مایوس اور ناشکرا ہے'' ...... اور کبھی مصائب و آلام سے آزادی کے بعد خوشحالی بھی اسے خدا کا ناشکرا بنا دیتی ہے۔ جب کشتی گرداب میں چکراتی ہے تو حالتِ اضطراب میں اللہ کے سامنے ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں لیکن ﴿فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا﴾ (الاسراء ۱۷: ۶۷) ''پھر جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دے دی تو تم اِعراض کرنے لگے، کیونکہ انسان ہے ہی ناشکرا''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح مؤمنوں کی تعداد کافروں کی نسبت سیاہ بیل کے بدن پر سفید بال کی طرح ہے اور یہ بات حدیث میں وارد ہے۔ اور یہ بھی کہ جہنم کا لشکر ہر ہزار میں نو سو ننانوے ہوگا۔ ہم اللہ سے سچائی اور ہدایت پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے ہیں۔

چوتھی صفت ......لڑائی اور تکرار

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿خُلِقَ الِانْسَانُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (النحل:۱۶/۴)
''انسان نطفے سے پیدا کیا گیا، پھر یکایک جھگڑالو بن بیٹھا''

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿وَكَانَ الِانْسَانُ أكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ (الکہف: ۱۸/۵۴)
''اور انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے''

بے شک یہ حقیر نطفے سے پیدا کی گئی مخلوق اپنی فطرت کو بدل لیتی ہے اور جھگڑالو بن جاتی ہے۔ اپنے اس ربّ سے جھگڑتی ہے جس نے اسے عدم سے وجود بخشا۔ اس میں جان پیدا کی اور اس کے کان، آنکھ اور دل بنائے، وہ بلاوجہ اللہ کے وجودِ الوہیت کے بارے میں جھگڑتا ہے۔ یہ ہے کون کہ علم و ہدایت اور روشن کتاب سے ہدایت حاصل نہ کرے اور اللہ کے بارے میں جھگڑے۔

انسان! جیسا کہ علیم وخبیر نے بیان کیا ہے، سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخلوقات پیدا کی ہیں اور وہ سب اس سے کم جھگڑالو ہیں اور یہ بڑی باعثِ شرم بات ہے۔ اس لئے انسان کو اپنے غرور و تکبر سے باز آنا چاہئے...... اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کیں، لیکن وہ سچائی کے ظاہر ہوجانے کے باوجود اس کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اگر انسان اس بدترین اَخلاقی بیماری کا علاج نہ کرے اور شفا بخش دوا سے اس کا اِزالہ نہ کرے تو یہ کتنی بری بیماری ہے!!

لڑائی اور جھگڑا منافقوں کی خصوصیت ہے۔ وہ اپنے جھگڑوں میں بدزبانیاں کرتے ہیں اور حدیث میں انکی یہ صفت آئی ہے کہ "إذا خاصم فجر" ''جب جھگڑتا ہے تو بدزبانی کرتا ہے'' لیکن مسلمان کیلئے تو

---

(۳) جھگڑالو پن

انسان جس چیز کو اچھا اور بہتر سمجھتا ہے، اس کا چلن اور غلبہ ہر جگہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے وہ تعلیم و تبلیغ سے لے کر قوت و سطوت کے ہر ہتھیار کو آزماتا ہے۔ اس کی پسند و ناپسند کے برعکس دوسری طرف سے اس کو تعاون کی بجائے اکثر مخالفت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کشاکش کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان مقابلہ ومجادلہ کے لئے تیار رہے۔ مقابلہ بازی کے بطن سے ضد، ہٹ دھرمی اور عصبیت بے جا کے رذائل پیدا ہوتے ہیں حتیٰ کہ جب کبھی اس کے سامنے کوئی بھلی اور نیک بات بھی پیش کی جاتی ہے تو وہ جدال و نزع کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ ﴿وَكَانَ الِانْسَانُ أكْثَرَ شَيْئٍ جَدَلًا﴾ (الکہف ۱۸:۵۴) ''انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے'' ایک دوسرے مقام پر ارشادِ خداوندی ہے ﴿خُلِقَ الِانْسَانُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَإذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (النحل ۱۶:۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ضروری ہے کہ مخالفوں سے بحث وتکرار بھی کرے تو اچھائی کے ساتھ اور لہجہ مناسب رہے، اِرشاد ہے:

﴿أُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

''اپنے رب کی طرف حکمت اور بہتر نصیحت کے ذریعہ دعوت دو اور ایسے انداز سے جھگڑو جو بہترین ہو'' (النحل:۱۶/۱۲۵)

پانچویں صفت ...... عجلت وجلد بازی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَكَانَ الإِنسَانُ عَجُولاً﴾ (الاسراء:۱۷/۱۱) ''اور انسان بہت جلد باز ہے''

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿خُلِقَ الإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ سَأُورِيكُمْ آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونَ﴾ (الانبیاء:۲۱/۳۷)

''انسان جلد بازی سے پیدا کیا گیا ہے، میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھاؤں گا لہٰذا مجھ سے جلد بازی نہ کرو''

بے شک انسان بہت جلد باز ہے۔ وہ کاموں کے انجام کو نہیں جانتا۔ کبھی برائی کے لئے جلد بازی کرتا ہے اور نادانی سے اپنا ہی برا کر ڈالتا ہے۔ وہ اپنے سرکش نفس کو لگام نہیں دے پاتا اور اپنی خواہش نفس کے لئے جلد بازی کرتا ہے۔ لیکن مؤمن پرسکون و مطمئن رہتا ہے اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتا ہے۔

بلاشبہ بردباری اور طبیعت کا ٹھہراؤ شرفاء کی صفت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنوتمیم کے سردار سے فرمایا:

''تمہارے اندر دو ایسی عادتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے: بردباری اور اطمینان''

(بروایت مسلم، ابوداود، ترمذی اور احمد)

---

(۴) عجلت

انسانی سرشت میں جلد بازی کا عنصر شامل ہے۔ کوئی بھی اعلیٰ مقصد ایک طرف قربانیوں کا طالب ہوتا ہے تو دوسری طرف حصولِ مقصد کے لئے رفتارِ کار کے مطابق مدت بھی درکار ہوتی ہے۔ اس کے برعکس انسان اپنی جدوجہد اور عمل کے نتائج جلد دیکھنا چاہتا ہے: ﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ﴾ (القیامہ ۷۵:۲۰) اس کی وجہ یہ ہے کہ عجلت انسان کے خمیر میں شامل ہے ﴿خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ (الانبیاء۲۱:۳۷) انسان اپنی اس عجلت پسندی کی وجہ سے خیر و بھلائی اور نفع اندوزی کے لئے ہی جلد بازی نہیں بلکہ اپنی پست ہمتی، بے صبری اور زور پسندی کی وجہ سے بعض اوقات اپنے لیے ناگہانی آفت یا اتفاقی موت تک کی دعائیں بھی مانگنا شروع کر دیتا ہے: ﴿وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولاً﴾ (الاسراء ۱۷:۱۱) ''انسان اپنی بھلائی کی طرح اپنی برائی کے لئے بھی دعا کرنے لگتا ہے کیونکہ انسان جلد باز ہے'' ...... جس طرح نیکی کے پرچارک اپنی نیکی کے نتائج فوری دیکھنے کے متمنی ہوتے ہیں، اسی طرح منکرینِ حق بھی اپنی طاقت کی بدمستی میں عذابِ الٰہی کے نزول کے لئے جلدی مچارہے ہوتے ہیں ﴿وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ﴾ (العنکبوت ۲۹:۵۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہٰذا بردباری اور ثبات' ان عقلمندوں کی صفت ہوتی ہے جن کی عقل میں ایسے تمام اُمور کو سلجھانے کی صلاحیت ہوتی ہے جن میں کم عقل صبر نہیں کر پاتا۔ وہ نتیجے کا انتظار نہیں کرتا کیونکہ اس کا دل بڑے کاموں کو برداشت نہیں کرتا اور نہ کسی بات پر صبر کر پاتا ہے۔ بہت جلد بھڑک اٹھتا ہے اور وقت سے پہلے نتیجے کے لئے جلد بازی کرتا ہے۔

چھٹی صفت......بخل و کنجوسی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَّوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْ إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ (الاسراء: ۱۷/۱۰۰)

''آپ فرما دیں کہ اگر میرے ربّ کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہو جاؤ تو خرچ ہو جانے کے خوف سے اسے روک رکھو گے اور انسان بڑا کنجوس ہے''

بیشک اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور اس کا بڑا فضل اور آسمان و زمین کی بادشاہت اور دولت کے خزانے اگر اس انسان کے ہاتھ میں آجائیں تب بھی وہ کنجوسی کرے گا۔ اسے خدشہ لاحق رہے گا کہ کہیں صرف نہ ہو جائیں۔ وہ ہوس کی وجہ سے انہیں دبا کر رکھے گا۔ انسان کنجوس و بخیل ہے لیکن جس نے اپنے

---

(۵) بخل

رفاہِ عامہ، صلہ رحمی، شخصی احسان اور انفاق فی سبیل اللہ کی مدات میں انسان خرچ کرتے ہوئے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے جبکہ بخل اور کنجوسی کی کتنی ہی شکلیں ہیں جو سخاوت و اسراف کی حالت میں بھی پوشیدہ رہتی ہیں۔ دل ایک قسم کی بے چینی و کرب میں مبتلا رہتا ہے۔ ان سب سے بالاتر فکرِ فردا اسے بری طرح ستاتی ہے۔ وہ سیم و زر رکھتے ہوئے بھی اِفلاس و تنگدستی سے ڈرتا رہتا ہے۔ ایک بندۂ مومن بھی یہ جاننے کے باوجود کہ تنگدستی کا ڈراوا شیطان کی طرف سے ہے ﴿اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا وعدہ بھی کیا ﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا﴾ اور باوجود ہر قسم کی کثرت و ثروت کے، خرچ کرتے وقت مال کے ہاتھ سے نکل جانے کا کم سے کم ایک ہلکا سا رنج ضرور محسوس کرتا ہے ﴿قُلْ لَّوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْ إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ (الاسراء ۱۷:۱۰۰) ''کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے ربّ کی رحمت کے خزانوں کے مالک بھی بنا دیئے جاؤ تو بھی خرچ ہو جانے کے ڈر سے بخل کرو گے اور انسان بڑا ہی بخیل اور کم خرچ ہے''......اسی بخل و کنجوسی کی بڑی وجہ انسان کی حبِ مال ہے جو انسان کے اندر ایک طاقتور جذبہ ہے ﴿وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ﴾ اس کا اظہار صحابہ کرامؓ جیسی عظیم المرتبت شخصیات سے بھی کبھی جنگِ اُحد میں حضور کی نافرمانی کی صورت میں ہوتا ہے تو کبھی جنگِ حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم پر حضورؐ کے بارے میں بھی بدگمانی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فضل کی سخاوت، ہمدردی اور خیرخواہی پر تربیت پائی ہو اور اس کی عادت بنائی ہو وہ بخل و کنجوسی جیسی عادات اور خصائل سے محفوظ رہتا ہے۔ سخاوت، حسن سلوک اور ہمدردی اللہ کی محبوب صفات ہیں اور یہ اسی کے اَوصاف ہیں۔ وہ اہل سخاوت کو دوست رکھتا اور بخل کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''جو (خود بھی) بخل کرتے اور دوسروں کو (بھی) بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو کوئی پیٹھ پھیرے گا تو بیشک اللہ بے نیاز اور حمد وثنا کا حقدار ہے'' (الحدید: ۲۴/۵۷)

لہٰذا سخی اللہ کا اور لوگوں کا پیارا ہے اور بخیل اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ شخص ہے۔

ساتویں صفت...... جہالت و نادانی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ إِنَّه كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (الاحزاب: ۷۲/۳۳)

''ہم نے امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اسے اُٹھانے سے اِنکار کردیا اور ڈر گئے اور انسان نے اسے اُٹھالیا، بیشک وہ بڑا ظالم نادان ہے''

یہ ایک اہم ذمہ داری ہے جسے انسان نے اپنے شانوں پر اُٹھالیا ہے۔ یہ ایسی امانت ہے جسے اٹھانے سے آسمان وزمین اور پہاڑ ڈر گئے اور اسے انجام دینے سے انکار کردیا۔ لیکن کمزور، نادان، کم علم، کم فہم، کوتاہ قد اور جذبات وخواہشات اور حرص وہوس سے بھرپور انسان نے یہ خطرہ مول لیا اور اس بھاری اور اہم ذمہ داری کو اپنے کمزور کندھے پر اُٹھالیا۔

اس نے اپنے اوپر ظلم کرلیا اور اپنی سکت اور طاقت کے بارے میں جہالت اور کم علمی کا شکار رہا۔ خود ہی یہ بھاری ذمہ داری اپنے اِرادہ اور رضا و رغبت سے اُٹھالی۔ اب اگر اسے پوری کرے اور اس کے واجبات ادا کرے، تو عزت افزائی اور ہمیشہ کی نعمتوں کا اہل ہوگا۔ لیکن اگر اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے سے کوتاہی کرے اور امانت کے واجبات پورے نہ کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب کی وجہ سے ہلاکت ہے اور یہ ہلاکت آسمانوں اور زمین کے زبردست مالک کے غضب کی وجہ سے ہے کیونکہ اس نے اس

---

(۶) ظلم و جہالت

انسان فطرۃً سادہ اور بے باک ہے۔ سادگی اسے ہر خوشنما اور دلفریب صورت کا شیفتہ بنا دیتی ہے اور بے باکی اسے خطرات میں گھیر دیتی ہے۔ اس کی سادگی نے اسے عقل کے جال میں پھنسایا اور اس کی بے باکیوں نے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ یہ اس کی بے باکی و نادانی ہی ہے کہ جس بار کو آسمان و زمین نے اٹھانے سے اِنکار کردیا، انسان نے اسے اپنی بے باکی اور جہالت و نادانی کی وجہ سے اٹھالیا: ﴿فَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (الاحزاب ۳۳:۸۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امانت میں خیانت کی ہے جس کا بارِ خود اپنے اوپر اپنی پسند سے ڈال لیا۔ یہ زبردست ذمہ داری اور اہم امانت کو اٹھانا انسان کی بڑی نادانی اور اندھا پن تھا، اسی لئے وہ بڑا ظالم اور نادان قرار دیا گیا ہے۔

آٹھویں صفت ...... بھول اور نسیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا مَسَّ الإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيباً إِلَيهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ﴾ (الزمر:۸/۳۹)

''جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے ربّ کو دھیان دے کر پکارتا ہے اور جب وہ اسے اپنی کسی نعمت سے نواز دیتا ہے تو جس (تکلیف) کے لئے پہلے پکارتا تھا اس (کے ازالے) کو فراموش کردیتا ہے اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کرے۔ آپ ﷺ فرمادیں کہ اپنے کفر کا تھوڑا سا فائدہ اُٹھالو، بے شک تم جہنم والوں میں سے ہو''

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿فَإِذَا مَسَّ الإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيْتُهُ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (الزمر:۴۹/۳۹)

''جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی کوئی نعمت دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں نے اسے علم کی بدولت حاصل کیا ہے بلکہ یہ ایک آزمائش ہے لیکن ان میں زیادہ تر اسے نہیں جانتے''

اس کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ (طٰہٰ:۱۱۵/۲۰)

''اور اس سے پہلے ہم نے آدم سے اقرار لیا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں عزم نہیں پایا''

بے شک بھول اور نسیان انسان کی فطرت و سرشت میں داخل ہے۔ اور اگرچہ یہ اس لحاظ سے انسان کے لئے ایک نعمت ہے کہ اس کے افکار و مصائب کو فراموش کرا دیتی ہے اور ان کی یاد آنے نہیں دیتی۔ لیکن اگر وہ اسی اِقرار کو فراموش کردے اور اس وعدے کو وفا نہ کرے جس کا اس سے وعدہ لیا گیا ہے تو اس کے لئے ایک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی عبادت کرنے اور شرک نہ کرنے کا اقرار لیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے اس کو بیان کرنے اور لوگوں سے نہ چھپانے کا عہد و پیمان لیا تھا۔ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نیک اعمال کا پابند بن جاتا ہے اور اپنے ربّ کو مشکل وقت میں یاد کرتا ہے اور جب اللہ اسے کسی نعمت سے نوازتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجاتا ہے، اپنی دعا و پکار کو فراموش کردیتا ہے اور اپنے نفس اور خواہش کا بندہ بن جاتا ہے۔ مشکل میں اپنے ربّ کو پکارنا اور رونا انسان کی ایسی فطرت ہے جو صرف مشکل کے وقت ظاہر ہوتی ہے اسلئے پائیدار نہیں ہوتی۔ اللہ کا ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ﴾ (الاعراف: ۷/۱۷۲)

''اور اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے ربّ نے بنوآدم (انسانوں) کی پشت سے ان کی ذرّیت کو لیا اور انہیں ان کے اوپر شاہد بنایا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں! ہم شاہد ہیں (یہ عہد اس لئے لیا) کہ قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم ان سے غافل رہ گئے''

اور اس نے فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهُ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ﴾ (آلِ عمران: ۳/۱۸۷)

''اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے ان سے اقرار لیا جو کتاب دیئے گئے کہ تم ضرور لوگوں کے لئے اسے بیان کرو گے اور چھپاؤ گے نہیں تو انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا اور اس کے عوض تھوڑی قیمت خرید لی تو وہ کیا ہی بری چیز خرید رہے ہیں!''

قارون نے کہا کہ مجھے 'مال' اپنے علم کی بدولت دیا گیا اور اس زمانے میں بہت سے لوگ جو مال یا جاہ و جلال یا علم وغیرہ کے فریب میں ہیں، وہ اس نعمت کے سرچشمے کو جس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، فراموش کر بیٹھے ہیں۔

انسان کی بھول اس وقت نمایاں طور پر ظاہر ہوجاتی ہے جب سختی اور ابتلاء کی منزل کو عبور کر کے عیش و آسائش حاصل کرلیتا ہے۔ اگر اسے یہ علم ہوجائے کہ یہ آرام و راحت، یہ مال و جاہ اور یہ منصب و علم ایک آزمائش اور امتحان ہے تو وہ اپنے ربّ کو نہیں بھولے گا اور اس کے ایمان اور جذبہ شکر میں اضافہ ہوجائے گا لیکن اس بھول اور نسیان کو تو انہوں نے اپنے باپ دادا سے وراثت میں پایا ہے، جن سے اس کے پروردگار نے عہد لیا تو بھول گئے۔ یہ ان کی اولاد کی طبیعت اور فطرت بن چکی ہے مگر اللہ تعالیٰ جس کی حفاظت فرمادے۔

نویں صفت ...... بے صبری و بے قراری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا، إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا، وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا، إِلَّا

---

(۷) تھڑدِلی

انسان کی تمناؤں اور آرزوؤں کے نتائج مختلف اَشکال، حرص و طمع، جزع و فزع کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جب فراوانی رِزق، اختیارات، سلطنت اور عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے تو وہ اِترانا شروع کردیتا ہے اور جونہی اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بالکل بے حوصلہ ہوجاتا ہے۔ بڑے سے بڑا مضبوط اعصاب کا مالک اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تنگدستی کے وقت خوشحالی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الْمُصَلِّيْنَ (المعارج: ۷۰/۱۹ تا ۲۲) ''بے شک انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ہے اور جب اسے نقصان پہنچتا ہے تو بے قرار ہوجاتا ہے اور جب دولت ملتی ہے تو کنجوس ہوجاتا ہے مگر جو نمازی ہیں''

جب انسان خیر حاصل کرتا ہے تو متقی اور پرہیزگار بن جاتا ہے۔ شر حاصل کرتا ہے تو بداعمالیوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس طرح اس کے مؤمن ہونے اور مؤمن نہ ہونے کی صورت میں اس کی یہی خوبی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ جب اس کا دل ایسے ایمان سے خالی ہوتا ہے جو اس کے دل کو مطمئن کرے اور اس کا رشتہ اس کے ربّ سے جوڑے تو وہ اپنی اصل فطرت بے صبری و بے قراری میں گرفتار رہتا ہے۔ اور پھر جب بے تاب ہوجاتا ہے تو سوچتا ہے کہ یہ مصیبت اس سے دور نہیں ہوگی اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گی۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کشائش پیدا کرے گا اور اس مشکل کو آسان بنائے گا۔ وہ بے صبرا ہوکر کفِ افسوس ملتا ہے۔

جب خیر اور مال وجاہ یا علم حاصل کرتا ہے تو کنجوس بن جاتا ہے اور اسے دوسروں تک نہیں پہنچاتا وہ اپنے نفس اور مال کا بندہ بن جاتا ہے اور اس کی ہوس اور کنجوسی بڑھ جاتی ہے۔ اس کا معاملہ صرف ایمان اور پابندیٔ نماز ہی سے درست ہوسکتا ہے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِلَّا الْمُصَلِّيْنَ، الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ، وَالَّذِيْنَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ، لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ، وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ، وَالَّذِيْنَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ، إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَامُوْنٍ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ، إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْمَا مَلَكَتْ أَيْمٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ، فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ، وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ (المعارج: ۷۰/۲۲ تا ۳۴)

''جو سدا نماز پڑھتے ہیں، جن کے مالوں میں سائل (فقیر) اور بے نصیب کا مقررہ حصہ ہے، جو بدلے کے دن کا یقین رکھتے ہیں اور جو اپنے ربّ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بے شک تمہارے ربّ کا عذاب بے خوف رہنے کا نہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں اور کنیزوں پر، ان پر کچھ الزام نہیں اور جو ان (بیویوں اور کنیزوں) کے سوا (جنسی ذرائع) چاہتے ہیں، وہی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال رکھتے ہیں اور جو اپنی گواہیوں پر ثابت رہتے ہیں اور جو اپنی نماز کی خبرداری رکھتے ہیں''

حصول کے لئے اس کے ہاں دعاؤں اور منتوں کے انبار، نذر و نیاز کا پشتارہ اور خیرات وصدقات کی فراوانی نظر آتی ہے۔ مگر مقصود حاصل ہوتے ہی اندیشہ فردا، خیالِ مستقبل اور بچوں کی فکر آگھیرتی ہے۔ اس وقت تکمیل منت تو درکنار معمولی سے معمولی صدقات کے دروازے بھی وہ بند کردیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿إِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ (المعارج ۷۰: ۱۹،۲۰،۲۱) ''بے شک انسان تھڑدِلا پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کا دل جب ایمان سے خالی ہوتا ہے تو اس کی مثال ہوا کے سامنے ایک پر کی مانند ہوتی ہے۔ وہ معمولی تکلیف یا نقصان سے بے تاب ہوجاتا ہے اور تھوڑی سی بات پر خوش ہونے لگتا ہے۔ وہ اُداس و بے صبرا بن کر خوف، ڈر اور خوشی و کنجوسی کے درمیان ہچکولے کھانے لگتا ہے لیکن جب اس کا دل ایمان سے آباد ہوتا ہے تو اس کا نفس مطمئن رہتا ہے اور اسے سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ وہ پریشانی کے وقت سنگدل اور مصیبت کے وقت اُداس نہیں ہوتا بلکہ اس پر صبر کرتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ تنگی کے بعد آسانی اور مشکل کے بعد کشائش ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کی مصیبت کا، یہاں تک کہ کانٹا بھی چبھ جائے تو اس کا بدلہ دے گا۔ اور یہ کہ جو کچھ بھی نعمت ملے وہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش و امتحان ہے۔ اس لئے اس کا دل دنیا کی نعمتیں ملنے پر خوشی سے اُڑنے نہیں لگتا۔ بلکہ وہ اس کا حساب کرتا ہے اور اللہ کی آزمائش اور ناشکری سے ڈرتا ہے لہٰذا اس کا دل ثابت، طبیعت مطمئن اور پرسکون اور اس کی حالت برقرار رہتی ہے۔

ایمان دنیا و آخرت کی ایک پائیدار سعادت ہے اور فسق و فجور دنیا و آخرت کی پائیدار شقاوت ہے۔ اسی طرح نماز حقیر بندے اور اس کے طاقتور و زبردست ربّ کے درمیان ایک ایسا رشتہ ہے جو اسے سکون واطمینان اور طاقت و ثبات دیتی ہے۔ صرف ایسی نماز جو پابندی سے بلاناغہ ادا کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب عمل وہی ہے جو مسلسل ہو اگرچہ کم ہو۔ زکوٰۃ و صدقہ مؤمن کے مال میں ایک واجب حصہ ہوتا ہے جسے ادا کئے بغیر اسے قرار نہیں ہوتا اور اسے ادا کرتے وقت وہ اسے سعادت اور اپنے مال کی آلودگیوں سے صفائی سمجھتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ وہ فقیروں اور غریبوں کی مدد اور تعاون کررہا ہے۔ اسے جب بھی موقع ملے، خیرات کرتا رہتا ہے۔ اور یومِ جزا اور حساب پر ایمان اس کے نفس کو سکون و قرار دیتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے کہ ادھر ایک ایسا دن ہے جس میں ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں جائے گا لیکن جو شخص آخرت اور حساب کو نہیں مانتا جب اس سے کوئی چیز چھوٹ جاتی ہے یا برباد ہوجاتی ہے یا کوئی اس پر زیادتی کردیتا ہے تو اس کا دل حیرت اور پریشانی سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتا ہے کیونکہ وہ اپنی محدود اور مختصر عمر کے بارے میں ہی سوچتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا اور آخرت کی جزا کا امیدوار ہوتا ہے وہ حساسیت کے بلند مرتبے پر ہوتا ہے اور دنیا میں دونوں آنکھیں، دل اور حواس کھول کر چلتا ہے۔ وہ کوئی غلط بات منہ سے بولنے اور کوئی غلط کام کرنے یا کوئی نگاہ غلط اُٹھانے سے ڈرتا ہے۔ وہ اللہ کی ہدایت اور اس کے رسول ﷺ کی سنت پر چلتا ہے اور وہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اپنی بیوی اور کنیز کو چھوڑ کر زنا کاری نہیں کرتا اور نہ دوسری عورتوں کی طرف نگاہ ڈالتا ہے۔ بے شک وہی پاک اور صاف ستھرا ہے جو اپنی صفائی کو نافرمانیوں اور گناہ کا دھبہ نہیں لگاتا اور محرمات کو نہیں توڑتا۔ وہی مطمئن ہوتا ہے جس کے اعصاب پرسکون اور جس کی طبیعت خوش رہتی ہے اس لئے کہ طبیعت کا سکون ہی راحت بخش زندگی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ (الروم: ۲۱/۳۰)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہیں میں سے اس نے تمہارے جوڑے بنائے تا کہ ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کی''

لہٰذا سکون و قرار، زوجیت کے اچھے امکان میں ہوتا ہے۔ یہی محبت اور رحمت ہے۔ اس کے علاوہ حیوانی خواہشات اور دنیا و آخرت کا عذاب ہے۔ اور جو اپنی امانتوں اور وعدے کا پاس رکھتے ہیں وہی بہترین عادات و سیرت کے حامل ہوتے ہیں یعنی جو لوگ اوّلاً اپنے ربّ کی عبادت کرکے اور ثانیاً اپنے اہل وعیال، نوکر چاکر اور تعلق داروں کے حقوق ادا کرکے اور کان، آنکھ اور اعضا کی حفاظت کرکے اپنی امانتوں کا لحاظ رکھتے ہیں، وہی اچھی عادات اور کردار کے مالک ہیں۔

لوگوں کی امانتیں، مال و عزت اور آبرو وغیرہ بہت سی چیزیں ہیں۔ جو شخص ان میں خیانت کرے، اس کے لئے خوف اور بے قراری کا سامنا کرنے کی وعید ہے۔ جس نے ان کی حفاظت کی تو اس نے اپنے دین اور نفس کی حفاظت کرلی اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرلی۔ اسی طرح شہادت پر مؤمن کا ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ (المعارج: ۳۳/۷۰) ''جو اپنی گواہیوں پر ثابت رہتے ہیں''

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿وَأَقِيْمُوا الشَّهٰدَةَ لِلّٰهِ﴾ (الطلاق: ۲/۶۵) ''اور اللہ کے لئے شہادت قائم کرو''

لہٰذا اسے ادا کرنے میں کوتاہی کرنا یا اسے ضائع کردینا یا چھپا دینا بہت بڑا گناہ اور زمین میں فساد اور معاشرتی انتشار پیدا کرنا ہے کیونکہ حدود قائم کرنا، شہادت اور عدل و انصاف کے بغیر ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے شہادت کو اس کی درست صورت پر ادا کئے بغیر معاشرے میں سکون قائم نہیں ہوسکتا۔

نماز کا قیام، انسان کی اصلاح کے لئے نہایت اہم ہے۔ اسی لئے اللہ نے سورۂ معارج کی مذکورہ بالا آیات میں اسی سے آغاز کیا اور اسی پر انتہا کی ہے۔ لہٰذا نماز ایک ایسی چیز ہے کہ جس نے اس کی حفاظت کی، اس نے اپنے پورے دین کی حفاظت کرلی اور اس کے تمام اُمور سدھر گئے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ، أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ، الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ، هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (المؤمنون: ۹/۲۳ تا ۱۱) ''جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہی وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے''

دسویں صفت ...... وسوسے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ، إِلٰهِ النَّاسِ، مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ، مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ (الناس:۱۱۴/۵تا۶)

(۸) اضطراب و اِعراض

ہر طبقہ کے انسان اپنے اپنے مرتبہ و منصب کے مطابق مصائب و آلام کا شکار ہوتے ہیں۔ غربا کے لئے فکرِ عیال، اُمرا کے لئے خوفِ مال، حکمرانوں کے لئے اندیشۂ زوال...... سب ہی اپنی اپنی مصیبتوں میں خدا کو پکارتے ہیں۔ حتیٰ کہ الحاد زدہ انگلستان کو بھی جب جرمنی سے خطرہ درپیش تھا تو ملک کے اندر عیسائیوں کے گرجے، ہندوؤں کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں غرضیکہ ہر مذہب و ملت کی عبادت گاہیں سرکاری طور پر دعا کے لئے منتخب کی گئیں۔ مصیبت میں یہ عاجزی و انکساری اور آہ و زاری اور دفع مصیبت کے بعد خدا اور اس کے احکام سے کھلم کھلا بیزاری انسانی فطرت کے عجائب ہیں، ﴿اِذَا اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَآ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَاءٍ عَرِيْضٍ﴾ (الاسراء۱۷:۸۳)

''جب ہم انسان پر اپنی نعمتیں نازل کرتے ہیں تو وہ اِعراض کرتا ہے، اور اپنا پہلو بچاتا ہے اور جب مبتلائے مصیبت ہوتا ہے تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے''

غربت واِفلاس کی زندگی گزارنے کے بعد اگر کسی کو حسن اتفاق یا قوتِ بازو سے کوئی وسیلہ رزق حاصل ہوجاتا ہے تو وہ اپنے اللہ، انسان، اقربا، قوم، مذہب سب کے حقوق بھول جاتا ہے:

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنَا الانْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ وَلَئِنْ اَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّیْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾ (ہود۱۱:۱۰،۹)

''جب ہم انسان کو اپنی کوئی رحمت چکھاتے ہیں پھر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا امید اور ناشکرا ہوجاتا ہے اور جب ہم اسے پریشانی کے بعد نعمت چکھاتے ہیں تو وہ ضرور کہتا ہے کہ میری پریشانیاں دور ہوگئیں اور اترانے، فخر کرنے لگتا ہے''

اِنسان ربّ کی عطا کردہ نعمتوں کو اپنا استحقاق گردانتا ہے اور فراوانی رزق کو اپنی خوبی قرار دیتا ہے:

﴿وَلَئِنْ اَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ﴾ (فصلت۴۱:۵۰)

''اور اگر انسان پر مصیبت کے بعد راحت آتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ جو کچھ ہے وہ میرے سبب سے ہے''

انسان کشائش رِزق اور تنگی وضیق حیات کی حالت کو دو عجیب وغریب اَثرات کی طرف منسوب کرتا ہے۔ فراوانی رِزق کو اپنے پروردگار کی طرف سے اپنی تعظیم قرار دیتا ہے جبکہ تنگی رزق پر اپنی کوتاہیوں پر اپنے آپ کو ملامت کرنے کی بجائے خدا پر اپنی خفگی کا اظہار کرتا ہے

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ﴾ (الفجر۸۹:۱۵)

''انسان کو جب اس کا ربّ آزماتا ہے تو اس پر کرم کرتا ہے اور اسے نعمتیں دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے میری تعظیم کی اور جب اسے آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کی روزی تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھے ذلیل کرکے رکھ دیا''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے ربّ کی پناہ میں آتا ہوں، لوگوں کے مالک کی، لوگوں کے معبود کی (پناہ میں) وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کی برائی سے جو لوگوں کے سینوں (دلوں) میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جو جنوں میں سے ہے اور انسانوں میں سے''

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُه وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (ق:۵۰/۱۶) ''اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو وسوسہ تک اس کے دل میں گزرتا ہے ہم اسے بھی خوب جانتے ہیں اور ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الشيطان جاثم على قلب ابن ادم فإذا ذكر الله تعالىٰ خنس وإذا غفل وسوس

''شیطان ابن آدم کے دل پر بیٹھا رہتا ہے۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ (شیطان) پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب (یادِ الٰہی سے) غافل ہو جاتا ہے تو وہ وسوسے ڈالتا ہے''

شیطانِ لعین چھپ کر اور پوشیدہ طور پر وسوسہ ڈالتا ہے اور یہ معرکہ انسان اور شیطان کے درمیان برابر جاری ہے اور یہ معرکہ آدم اور ابلیس کے درمیان، پہلے اس وقت ہوا جب اس نے ان کے اور ان کی بیوی کے دل میں وسوسہ پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْءٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ أَوْتَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾ (الاعراف:۷/۲۰)

''اور شیطان نے دونوں کو وسوسہ ڈالا تاکہ ان کی پوشیدہ شرمگاہیں ان کے لئے ظاہر کردے اور کہا کہ تمہیں تمہارے ربّ نے اس درخت سے اس لئے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ ہو جاؤ یا (جنت میں) ہمیشہ کے نہ ہو جاؤ''

یہ وسوسہ جس طرح شیاطین و جنات کی طرف سے ہوتا ہے ایسے ہی ان انسانوں کی طرف سے بھی ہوتا ہے جو برے اور شریر ساتھی ہوتے ہیں اور یہ شیطان کے وسوسے سے سخت ہوتا ہے۔ ان میں چغل خور، عیب جو، شرپسند، فساد پرور، بدعات اور نفسانیت کے پرستار شامل ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو خوشنما اور پرفریب باتوں کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یہ معرکہ شیاطین اور صالحین و مؤمنین کے درمیان برابر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجٰدِلُوْكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ (الانعام:۶/۱۲۱) ''بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وسوسہ ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک ہو گے''

شیطان انسان کو دھوکہ دینے کے لئے ان کے سامنے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

أَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ (الاعراف:۷/۱۷) ''پھر میں ان کے پاس ان کے سامنے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور تو ان میں سے زیادہ تر کو شکرگزار نہیں پائے گا''

لیکن ان کا غلبہ اور اقتدار انہی پر ہوتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے اور اسے دوست بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّه لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، إِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ (النحل:۱۶/۹۹،۱۰۰)

''بے شک ان لوگوں پر اس (شیطان) کا کوئی قابو نہیں جو ایمان لائے اور اپنے ربّ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اس کا قابو تو انہی پر ہے جو اسے اپنا دوست بناتے ہیں اور جو اس (اللہ) کے ساتھ شرک کرتے ہیں''

اللہ تعالیٰ انسان کے نفس کے وسوسے کو بھی جانتا ہے اور اس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ پوشیدہ وظاہر کو یکساں جانتا ہے۔ لہٰذا انسان کو شیاطین کے وسوسے سے ڈرنا چاہئے کیونکہ یہ اس کے جال اور پھندے ہیں جس سے وہ اس کو شکار کرلیتا ہے جو اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ مؤمن کو چاہئے کہ اس کے وسوسے اور اس کی انگیخت سے پناہ مانگتا رہے کیونکہ شیطان کمزور اور چور ہے اور جو لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں ان کے پاس سے فرار ہوجاتا ہے۔ وہ ان سے دور رہتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ

''شیطان حضرت عمر بن خطابؓ کے نزدیک نہیں جاتا اور اگر وہ کسی وادی میں چل رہے ہوتے ہیں تو شیطان دوسری وادی کی راہ اختیار کرلیتا ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے، شیطان اس کے نزدیک ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ رہتا ہے'' ...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَلَهٗ قَرِيْنٌ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (الزخرف:۴۳/۳۶،۳۷)

''اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہوجائے، ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ اسے (سیدھے) راستے سے روکتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں''

گیارہویں صفت...... غرور وتکبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِىْ أَىِّ صُوْرَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار:۸۲/۶ تا ۸)

''اے انسان! تیرے شفیق ربّ سے کس چیز نے تجھے فریب میں رکھا ہے، جس نے تجھے پیدا کیا اور درست اور مناسب بنایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دی اور ڈھالا''

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ (الجاثیہ:۴۵/۳۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''یہ اس لئے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنالیا اور تمہیں حیاتِ دنیا نے مبتلائے فریب کردیا''

نیز اس نے فرمایا ہے:

﴿وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ أَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ (الحدید:۵۷/۱۴)

''لیکن تم نے خود کو فتنے میں ڈال دیا اور انتظار کیا اور تمہیں جھوٹی آرزوؤں نے فریب خوردہ بنا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور شیطان نے تمہیں اللہ کے بارے میں فریب میں ڈال دیا''

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿اِنِ الْكٰفِرُوْنَ إِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ﴾ (الملک:۶۷/۲۰) ''بے شک کافر صرف فریب میں ہیں''

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غرور کی صفت انسان میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اللہ کے راستے سے دور ہوجاتا ہے اور اپنے رب سے باغی ہوجاتا ہے پھر اس کے واجبات میں کوتاہی کرتا اور اس کی نواہی کا ارتکاب کرتا ہے حالانکہ اسی نے اسے گوناگوں نعمتوں سے نوازا ہے۔

انسان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اسی سے غلط فہمی کا شکار ہوجاتا ہے۔ وہ فریب میں مبتلا ہوکر سوچتا ہے کہ وہ امن واطمینان میں ہے۔ وہ ہلاکت کے کام کرنے لگتا ہے اور اللہ کے غیظ وغضب کے لئے خود کو پیش کردیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے مہلت دیتا ہے اور وہ اپنی شفاعت کے لئے کوئی نیک عمل اور ایمان و تقویٰ پیش نہیں کرتا۔ لہٰذا انسان کی خود فریبی کی صفت صرف تقویٰ، درست عقیدے اور اللہ سبحانہ کے ڈر سے ہی دور ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (الحدید:۵۷/۲۰)

''دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے'' ......اور فرمایا:

﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرِ﴾ (لقمان:۳۱/۳۳)

''تمہیں حیاتِ دنیا فریب میں نہ ڈال دے اور تمہیں شیطان اللہ سے دھوکہ نہ دے دے''

بارہویں صفت ...... کاوِش ومحنت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ﴾ (الانشقاق:۸۴/۶)

''اے انسان! بے شک تو مشقت اٹھائے اپنے ربّ کی طرف جارہا ہے اور اس سے جاملے گا''

---

(۹) مشقت

انسان اپنی خلقت کے لحاظ سے کمزور، پیدائش کے اعتبار سے نازک اور جسم وتوانائی میں نحیف لیکن ہر آن کشمکش کے لیے وقف ہے۔ اس کے بازارِ حیات کی رونق، اس کی زندگی کا مدار اور معیشت کا انحصار تصادم کے دم قدم پر ہے۔ جب تک یہ تصادم قائم ہے، زندگی کا سانس چلتا ہے۔ تصادم اور کشمکش ختم ہوگئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نیز اس کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ﴾ (البلد:۹۰/۴) ''ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا''

انسان اس دنیا میں مشقتیں برداشت کرتے ہوئے اور روزی کی طلب میں کوشش کرتے ہوئے سفر حیات طے کرتا ہے۔ وہ اپنے ربّ تک رسائی کے لئے اپنا رستہ بناتا ہے کیونکہ اسے محنت و کاوش اور تکان کے بعد اسی کی طرف لوٹنا اور اسی کے پاس ٹھکانہ بنانا ہے

اس دنیا میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے انسان اپنے بدن یا ذہن یا دونوں کو تھکا دیتا ہے۔ اگر اسے مال مل گیا تو اس کی تکان اور بڑھ جاتی ہے اور اگر جاہ و منصب مل گیا تو اس کی فکر اور غم اور بڑھ جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

كلما ازداد الفتىٰ علما بها
كلما يدخل في عيش أمر

''جیسے جیسے کسی نوجوان کو اس کا زیادہ علم ہوتا ہے، زیادہ کڑوی زندگی میں داخل ہوجاتا ہے''

یہ مشقت و تکان کی زندگی ہے جس میں آرام و سکون نہیں، یہ مشقت و تکلیف اور حسرت و آزردگی کی زندگی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

وما السعادة في الدنيا سوىٰ أمل
يرجى، فإن صار حقا مله البشر

''دنیا کی سعادت آس و امید کے سوا کچھ نہیں اور اگر پوری ہوجائے تو خوشی اسے آزردہ کردیتی ہے''

لہٰذا انسان طلبِ دنیا میں جو مشقت اٹھاتا ہے اگر وہ اپنے ربّ کی عبادت میں اُٹھاتا رہے تو اللہ اس کے بدلے میں اسے قلبی سعادت اور آخرت کا اجر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ دنیا کی مشقت اٹھائے تو اس کی فکر اور غم و بدبختی اور بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تو اس پر موت کی گہری نیند طاری ہوجائے گی۔ اس کی ساری زندگی مشقت اور سختیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہی گزر جاتی ہے کیونکہ اس کی تخلیق میں مشقت کا عنصر شامل ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ﴾ (البلد۹۰:۴) ''بے شک ہم نے انسان کو مشقت میں ڈال کر پیدا کیا ہے''

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''انسان کے مشقت سے پیدا کئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں مزے کرنے اور چین کی بنسری بجانے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کے لئے یہ دنیا محنت، مشقت اور سختیاں جھیلنے کی جگہ ہے۔ اور کوئی انسان بھی اس حالت سے گزرے بغیر رہ نہیں سکتا...... ہر انسان کی زندگی، ماں کے پیٹ میں نطفہ قرار پانے سے لے کر موت کی آخری سانس تک، اس بات پر گواہ ہے کہ اس کو قدم بقدم پر تکلیف، مشقت، محنت، خطرات اور شدائد کے مرحلوں میں سے گزرنا پڑتا ہے'' (تفہیم القرآن: جلد ششم، ص ۳۳۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُه يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْ أَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ أَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ (طٰہٰ:۲۰/۱۲۴-۱۲۶)

''اور جس نے میرے ذکر سے منہ موڑ لیا اس کے لئے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے روز اندھا بنا کر اٹھائیں گے، وہ کہے گا کہ ''میرے ربّ! مجھے اندھا کیوں اٹھایا جبکہ میں بینا تھا'' تو اللہ فرمائے گا کہ: ''ایسے ہی تمہارے پاس میری آیتیں آئیں تو تم نے انہیں فراموش کر دیا اسی طرح تم آج اس دن فراموش کر دیئے جاؤ گے''

لوگ محنت و مشقت کے معاملے میں بھی مختلف سوچ رکھتے ہیں۔ بعض لوگ علم کی جستجو میں محنت کرتے ہیں اور بعض دنیا سمیٹنے میں محنت کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کی ساری کوشش دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے صرف ہوتی ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو جنت کی طلب اور ربّ کی رضا کے لئے محنت کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو نفسانی خواہشات کی تکمیل اور نوع بہ نوع معاصی کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اے انسان! تو راہِ جنت کو اختیار کر نہ کہ دوزخ کو۔ باقی محنت و مشقت، رنج و غم تو اللہ تعالیٰ نے دنیا پرستوں کے لئے، دنیا و آخرت دونوں میں لکھ دیا ہے۔

جبکہ طالبین جنت کو سکون و قرار اور راحت و اطمینان دنیا و آخرت دونوں جگہ ملتا رہے گا کیونکہ جب اسے ثواب و بہترین اجر کا علم ہوا تو اس نے اپنے ربّ کو خوش کرنے کے لئے نوع بہ نوع محنت و مشقت کرنا شروع کر دی۔ اس محنت و ریاضت میں بھی اسے وہ سکون اور اطمینان ملتا ہے جو دنیا کی ہر آسائش پا لینے والے کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔

تیرہویں صفت ...... سرکشی و ناشکری

(۱۰) سرکشی

حد سے بڑھی ہوئی بے باکی و سادگی کے ساتھ اگر جبر و اختیار، سلطنت اور فراوانی شامل ہو جائے تو انسان میں ایک ایسی سرکشی جنم لیتی ہے جو انفرادی صورتوں میں عیش پرستی، بداعمالی اور اتلافِ حقوق کا سبب بنتی ہے۔ جبکہ اجتماعی معاملات میں ایک ظالم حکومت اور جابر سلطنت کا روپ دھار لیتی ہے۔ اس کی نمایاں مثال فرعون ہے: ﴿وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ، الَّذِيْنَ طَغَوْا فِى الْبِلَادِ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ﴾ (الفجر ۸۹:۱۰،۱۱،۱۲) ''اور میخوں والا فرعون! یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلایا تھا'' دولت کی فراوانی اور رزق کی کشادگی بھی انسان کو اپنے معبودِ حقیقی کے قانون کا باغی بنا دیتی ہے: ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ (العلق ۹۶:۶)

''بے شک انسان اپنے آپ کو غنی دیکھ کر سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَلَّآ إِنَّ الإِنْسَانَ لَيَطْغَى أَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى﴾ (العلق:۹۶/۶-۷)

''یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو غنی سمجھتا ہے''

نیز اس نے فرمایا: ﴿إِنَّ الإِنْسَانَ لِرَبِّه لَكَنُوْدٌ﴾ (العادیات:۱۰۰/۶)

''بیشک انسان اپنے ربّ کا بڑا ناشکرا ہے'' (یعنی وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتا ہے)

عام طور پر انسان اپنے ربّ کا شکریہ ادا نہیں کرتا اور نہ اس کی نعمتوں کا اقرار کرتا ہے۔ وہ سرکشی و برائی کرتا اور مالداری کے وقت اِتراتا ہے۔ اپنے رب کی گوناگوں نعمتوں کے باوجود اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور دور ہو جاتا ہے۔ بے شک انسان کا ایسا کردار یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اور ان کا انکار کرتا ہے۔ اس طرح وہ خود اپنی اس ناشکری کا شاہد ہے:

﴿وَإِنَّه عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ﴾ (العادیات:۱۰۰/۷) ''بے شک وہ اس پر گواہ ہے''

اور اس کا معاملہ اسی وقت درست ہوتا ہے جب وہ زمین کی زندگی سے آسمان کی زندگی کی طرف اور دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف بلند ہوتا ہے اور دنیا کی حقیر فکروں کو چھوڑ کر اس سے بڑی اور کشادہ چیز کو اہمیت دیتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے

على قدر أهل العزم تأتي العزائم — و تأتي على قدر الكرام المكارم

و تكبُر في عين الصغير صغارها — و تصغر في عين العظيم العظائم

''اہل ہمت کے لحاظ سے ہمتیں ہوتی ہیں، اور شرفاء کے لحاظ سے شرافتیں ہوتی ہیں۔ چھوٹے کی نگاہ میں چھوٹی چیزیں بڑی ہوتی ہیں اور بڑوں کی نگاہ میں بڑی چیزیں بھی چھوٹی ہوتی ہیں''

چودہویں صفت ...... غفلت و لاپروائی

---

(۱۱) عزم کی کمزوری

بھول چوک اور عزم و ارادہ کی کمزوری بھی انسانی سرشت کا حصہ ہے۔ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے ایک درخت کے قریب جانے سے روکا ﴿فَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ اور ساتھ تنبیہ کی کہ ﴿فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اتنی سخت تنبیہ کے باوجود آدمؑ سے لغزش ہوئی۔ اس لغزش کی وجہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی بھول چوک اور عزم کی کمزوری بیان کی ہے، فرمایا: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلٰى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ (طٰہٰ۲۰:۱۱۵) ''ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا۔ ہم نے اس میں عزم نہ پایا'' ...... مولانا مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (تفہیم القرآن: جلد سوم، ص۱۳۰)

''یہاں اللہ تعالیٰ آدمؑ کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے قصہ بیان نہیں کر رہا بلکہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ بشری کمزوری کیا تھی جس کا صدور اُن سے ہوا۔ اور جس کی بدولت صرف وہی نہیں بلکہ ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی پیشگی تنبیہات کے باوجود اپنے دشمن کے پھندے میں پھنستی رہی ہے''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ اور اس کے ذکر سے غفلت انسان کی عام صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ (الانبیاء:۱/۲۱)

''لوگوں کا حساب نزدیک آ گیا اور وہ غفلت میں منہ پھیر رہے ہیں''

اور اس کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَئَا بِجَانِبِه﴾ (الاسراء:۸۳/۱۷)

''اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا اور پہلو تہی کر لیتا ہے'' ...... اور فرمایا:

﴿وإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغَافِلُوْنَ﴾ (یونس:۹۲/۱۰)

''اور بے شک بہت سے لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں''

بے شک بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے غافل ہیں اور ان پر توجہ نہیں دیتے۔ نہ اسے یاد کرتے، نہ اس کی آیات پر غور و فکر کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مزے لوٹتے ہیں اور باقی سب کچھ فراموش کر دیتے ہیں۔ اس کی جنت و جہنم اور حساب و عذاب کے بارے میں نہیں سوچتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں لیکن اس کی نافرمانی کرتے اور اس کے ذکر و اطاعت سے اعراض کرتے ہیں اور اکثر لوگوں کی عمر ہی غفلت میں گزر جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الأَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

---

(۱۲) خوگرِ پیکرِ محسوس

اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونکی ﴿نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾ (الحجر۱۵:۲۹) اس کی روحانی زندگی کی نشو و نما کے لئے انبیاء کرام بھیجے لیکن انسان اپنی حسی تسکین کے لیے بالعموم روحانی اَعمال کو بھی مادّی جامے میں دیکھنے کا خواہشمند رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جیسے بت شکن کو بھی بت کے سانچہ میں ڈھال کر خانۂ کعبہ میں کھڑا کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی کبھی بنی اسرائیل بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔ تو کبھی انہوں نے اَن دیکھے خدا کو پیکرِ محسوس کی صورت میں دیکھنے کی خواہش کا ان الفاظ میں اظہار کیا: ﴿لَنْ نُّؤمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ (البقرہ۲:۵۵) ''اے موسیٰ! ہم تیری بات پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿لَنْ تَرَانِيْ﴾ کا جواب بھی انسان کی اسی خواہش کا عکاس ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی موحد و متوکل شخصیت بھی ﴿رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ ''اے میرے ربّ مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے'' کا سوال کرتی نظر آتی ہے۔ اللہ کے سوال ﴿اَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾ ''کیا تو ایمان نہیں رکھتا'' کے جواب میں ان کا ﴿وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ (البقرہ، ۲:۲۶۰) ''لیکن میں دل کا پورا اطمینان چاہتا ہوں'' کہنا بھی اس بات کا اظہار ہے کہ انسان اپنے اطمینان کے لئے عالم غیب کی اشیاء اور معاملات کو بھی اپنے محسوسات کے دائرے میں گھیرنا چاہتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اور انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ جب معاملے کا فیصلہ کردیا جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں'' (مریم:۱۹/۳۹)

---

(۱۳) مرغوباتِ نفس

مادّی اشیاء سے انسان کا تعلق ان سے فائدے اور تقویت کے حصول کے لئے تو ہوتا ہے لیکن ان اشیاء کی ظاہری چکا چوند، قوت وشوکت کے مظاہر اور حسن و لطافت کے دلکش مناظر سے بھی انسان کا نفس حظ اُٹھاتا ہے۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ﴾ (آلِ عمران ۳:۱۴)

''لوگوں کے لئے مرغوباتِ نفس: عورتیں، بیٹے، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور کھیتیاں بڑی خوشنما بنادی گئی ہیں''

اللہ نے مرغوباتِ نفس کو شہوت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ امام راغب اصفہانی کے بقول 'شہوت' نفس کے ان چیزوں کی طرف کھنچنے کو کہتے ہیں جنہیں وہ چاہتا ہے (المفردات)۔ کبھی اس چیز کو شہوت کہہ دیا جاتا ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور کبھی خود اس جذبہ (میلان) کو شہوت کہتے ہیں۔ (تاج)

عورت کا ذکر سب سے پہلے اسی لئے کیا گیا ہے کہ زینت وخوبصورتی کے اعتبار سے نفس انسانی کو سب سے زیادہ اسی میں کشش محسوس ہوتی ہے۔ تاریخ انسانی اور علم نفسیات اس پر گواہ ہیں کہ خواہش انسانی کا یہ طاقتور داعیہ بڑے بڑے معرکے بپا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

عورتوں کے بعد بیٹوں کا ذکر کیا ہے۔ عورت کے بعد اولاد ہی انسان کی آرزوؤں اور توجہات کا مرکز ہوتی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ انسان کو ازدواجی حیثیت میں عورت کی نزاکت و لطافت اور حسن آرائی میں رغبت ہوتی ہے تو اولاد میں اسے جوانمردی، تنومندی کا عنصر محبوب ہے جس کا مظہر بیٹا ہوتا ہے، بیٹیاں نہیں۔ اس لئے اس آیت میں بھی اور ایک دوسرے مقام پر بھی بیٹوں کو دنیا کی زندگی کی زینت قرار دیا ہے: ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (الکہف ۱۸:۴۶)

سونا چاندی پہلے اَدوار میں خوش ذوقی اور شانِ امارت کے اظہار کا ذریعہ بھی تھا اور سکے کی صورت میں تبادلہ اشیاء کا آلہ بھی۔ آج بھی یہ اشیاء اسی طرح مرغوب ہیں صرف سکوں کی حیثیت اب کاغذی نوٹوں میں تبدیل ہوگئی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے پیسوں کی جھنکار اور اشرفیوں کی کھنک انسان کو مرغوب تھی اور اَب نوٹوں کی گنتی کی وقت ہاتھوں کے لمس میں انسان 'سرور' محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے انسان بار بار پیسوں کو گنتا ہے گویا:

﴿اَلَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ، يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ﴾ (الھمزۃ ۱۰۴:۲،۳)

''اس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ کتنا بیوقوف اور حقیر ہے جس کی یہ صفت ہو۔ کیا وہ ان ہولناکیوں کو یاد نہیں کرتا جن کا اسے سامنا کرنا ہے؟ کیا وہ اپنے متعلق ڈرتا نہیں کہ اسے عذاب آنے سے پہلے نیک اعمال کر لینے چاہئیں، اس لئے کہ عمر بہت جلد گزر جائے گی اور موت اچانک آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ﴾ (الزمر:۳۹/۵۶) ''ایسا نہ ہو کہ کوئی نفس کہے: ہائے افسوس، میں نے اللہ کے بارے میں کوتاہی کی اور میں مذاق اڑاتا رہ گیا''

اللہ نے انسانی فائدے کے پیش نظر مال کے لئے فضل اور خیر کے الفاظ مثال کے طور پر استعمال فرمائے۔ اولاد کو اپنی نعمت قرار دیا لیکن انسان مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو جاتا ہے: ﴿وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (الفجر۸۹:۲۰)

جبکہ اولاد کی محبت بھی اس کے لئے موجبِ فتنہ اور ذریعہ آزمائش بن جاتی ہے: ﴿وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (الانفال ۸:۲۸)

بچپن میں اولاد کی بھولی بھالی صورتیں اور چھوٹی چھوٹی حرکتیں اور جوانی میں ان کی تنومندی اور ان کے مستقبل کی فکر انسان کو خدا کی یاد سے غافل کر دیتی ہے۔ اسی لئے اللہ نے اپنے بندوں کو اس بارے میں خبردار کیا ہے کہ: ﴿لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (المنافقون۶۳:۹)

مال اور اولاد کی کثرت ایسی چیز ہے جو انسان کو خدا کے مقابلے میں سرکشی و تمرد پر آمادہ اور عذابِ خداوندی سے بے پرواہ کر دیتی ہے:

﴿وَقَالُوْا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَّأَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''کھاتے پیتے لوگوں نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ مال اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں'' (سبا۳۴:۳۵)

گھوڑے اس دور میں سواری کے لئے استعمال ہوتے تھے اور قوت و ہیبت کا ذریعہ بھی تھے، گویا آج اچھی گاڑیاں اور اسلحہ اس کے متبادل ہیں۔ اس کے علاوہ مویشیوں کی فربہی اور بھبن اور فصلوں وکھیتوں کا جوبن انسان کے لئے فراخیٔ رزق کے ساتھ ساتھ زینت وخوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔

مذکورہ بالا تمام طبعی کمزوریاں ہی درحقیقت انسان کے تحفظِ ذات، مستقبل کی تیاری، مالی کفایت شعاری، خلافت فی الارض اور بقائے نسل کی جدوجہد کا ذریعہ ہیں۔ اب اگر محض عقل اور علم انسانی پر ہی حیات ومعیشت کا انحصار قرار دیا جائے تو اس کے اِلحاد سرکشی کا وہ عالم ہوگا جس کا نظارہ آج ہم یورپ وامریکہ کی تہذیب ومعاشرت اور سیاست ومعیشت میں کر رہے ہیں کہ وہ انسان جسے 'احسن تقویم' میں تخلیق کیا گیا تھا، آج ﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ کا منظر پیش کر رہا ہے۔ البتہ اگر وحی والہام کی آبیاری، بارگاہِ اقدس کی مہربانیاں اور ایمان وعمل صالح کی فضا اس کی سازگاری کرے تو وہ اپنی طبعی کمزوریوں کے باوجود ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ کے زمرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پندرہویں صفت ...... گھاٹا وخسارہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ، إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَا صَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر:۱۰۳/۱-۳)

''زمانے کے قسم! یقیناً انسان گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور آپس میں سچائی کی تلقین کی اور صبر کی تلقین کی''

بے شک اس زندگی میں ایک راستے کے سوا کوئی سیدھا راستہ نہیں ہے۔ اس کے سوا گمراہی اور خسارہ ہی خسارہ ہے لہٰذا اس سورۃ میں انسان کے تمام مفید اَوصاف یکجا کردیئے گئے ہیں۔ اسی لئے امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انسان کے لئے صرف یہی سورۃ اُتارتا تو کافی ہوتی۔

یقیناً انسان کا اصل اور عام گھاٹا، گمراہی اور ہلاکت ہے لیکن جس میں یہ چار اوصاف پائے جائیں وہ اس خسارے سے محفوظ رہتا ہے: (۱) ایمان (۲) نیک اعمال (۳) سچائی کی تلقین (۴) صبر کی تلقین

کیونکہ ایمان زبان سے اقرار کرنے، اعضاء سے عمل کرنے اور دل سے عقیدہ رکھنے کا نام ہے۔ ایمان اطاعت سے بڑھتا اور نافرمانی سے کم ہوتا ہے۔ علماءِ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایمان کی یہی تعریف ہے۔ اور ایمان وہ اصل ہے جس سے خیر کی تمام شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِيْ السَّمَآءِ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی ہے، جس کی جڑ ثابت و پائیدار ہے اور شاخ

میں شامل ہوسکتا ہے۔

تمام تر کمزوریوں کے باوجود انسان کی فطرت اِبتدا میں صالح اور نیک رکھی گئی ہے۔ طرح طرح کی آلائشیں ہیں۔ انسان کی ہر طرح کی فطری کمزوریاں قابل تغیر ہیں یا نہیں، اس بارے میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں:

''جس بات کو ہم اپنی زبان میں یوں کہتے ہیں کہ ''یہ بات انسان کی سرشت میں ہے'' یا ''یہ انسان کی فطری کمزوری ہے''...... اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتا ہے کہ انسان ایسا پیدا کیا گیا ہے۔ اس مقام پر یہ بات نگاہ میں رہنی چاہئے کہ قرآنِ مجید میں بکثرت مواقع پر نوعِ انسانی کی عام اخلاقی کمزوریوں کا ذکر کرنے کے بعد ایمان لانے والے اور راہِ راست اختیار کرلینے والے لوگوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے...... اس سے یہ حقیقت خود بخود واضح ہوجاتی ہے کہ یہ پیدائشی کمزوریاں ناقابل تغیر و تبدل نہیں ہیں بلکہ انسان اگر خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول کرکے اپنے نفس کی اصلاح کے لئے عملاً کوشش کرے تو وہ ان کو دور کرسکتا ہے اور اگر وہ نفس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دے تو یہ اس کے اندر راسخ ہوجاتی ہیں'' (تفہیم القرآن، ج۶، ص ۸۹،۹۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آسمان میں ہے جو اپنا پھل اللہ کے حکم سے ہر وقت دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (ابراہیم: ۱۴/۲۴،۲۵)

اور کفر ایک ایسی بنیاد ہے جس سے ہر برائی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْتَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ (الحج: ۲۲/۳۱) ''اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر گیا اور اسے پرندے اُچک رہے ہیں یا ہوا اسے دور دراز جگہ میں ڈال رہی ہو''

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾

''اور برے کلمے کی مثال خبیث درخت کی ہے جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہو اور اسے کوئی قرار وثبات نہ ہو'' (ابراہیم: ۱۴/۲۶)

انسان کا ایمان جب تک نیک عمل سے وابستہ نہ ہو یہ اس کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ اس پر بس نہیں، بلکہ جو بات دل میں ہو، عمل اس کی تصدیق کرے اور وہ صبر کے ساتھ اس کی دعوت بھی دیتا ہو۔ معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا ضروری ہے کیونکہ یہی محمد ﷺ کے پیروکاروں کا طریقہ ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْ أَدْعُوْ إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ﴾ (یوسف: ۱۲/۱۰۸)

''آپ فرما دیں کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں اور میرے پیروکار بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں''

اور دعوت الی اللہ اور سچائی کی تلقین کئے بغیر نہ فرد کی کامیابی ہے اور نہ جماعت کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آلِ عمران: ۳/۱۱۰) ''تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہو، نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

جب کوئی شخص نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لئے تیار ہوتا ہے تو اس کا ٹکراؤ لازماً ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اس کی راہ میں حائل ہوتے اور اسے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اسی لئے جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں، ان کے لئے صبر کرنا اور اپنے ساتھیوں کو اس کی تلقین کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿يٰبُنَىَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَلَى الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾ (لقمان: ۳۱/۱۷)

''اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو تکلیف پہنچے، اس پر صبر کرو بے شک یہ عزیمت اور حوصلے کی بات ہے'' ☆☆

© rasailojaraid.com